فتوحات بخاری کا ایک ورق

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

تحفظ داعیان مذہب اور امیر شریعت

انگریز نے اپنی مشہور رسوائے عالم پالیسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے تحت متحدہ ہندوستان میں جہاں دیگر فتنوں کو جنم دیا وہاں اس نے اپنے مخصوص منصوبے کے پیش نظر ایک نہایت ہی خطرناک کھیل کھیلا، اپنے خود کاشتہ پودے کے زیر سایہ تربیت یافتہ قاسم علی ایڈیٹر فاروق، قادیان سے ایک کتاب لکھوائی جو انیسویں صدی کے مہرشی کے نام سے ۱۹۲۳ء میں فاروق منزل قادیان سے شائع ہوئی۔

اس کتاب کے شائع ہوتے ہی دنیائے آریہ سماج میں ایک زلزلہ سا آگیا واقعی کتاب شرفاء کے مجمع میں پڑھے جانے کے قابل نہیں، اس میں دیانند کی زندگی پر نہایت ہی گھناؤنے انداز میں تبصرے کئے گئے بدبخت آریوں نے بجائے اس کے کہ کتاب کے مصنف کے پیرومرشد مرزا غلام قادیانی کی زندگی کو زیر بحث لاتے انہوں نے سید الاولین والاخرین رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر و اقدس پر نہایت ہی سوقیانہ انداز میں تنقید شائع کی۔ مرزائیوں کے مسلمانوں کی ایک شاخ سمجھنے کا یہ ایک اندوہناک نتیجہ تھا، آریوں کی اس اشتعال انگیز تحریر سے مسلمانوں میں غم و اضطراب کی لہر دوڑ گئی، ایک کتابچہ "رنگیلا رسول" کے نام سے شائع ہوا جس کا مواد بھی مسلمان فرقوں کی باہمی چپقلش اور زبان و قلم کی تیزیوں اور تلخیوں نے مہیا کیا، اس کتابچہ کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی گئی لیکن اس وقت کے ہائیکورٹ کے جج دلیپ سنگھ نے کتابچہ مذکور کے ناشر راج پال کو اس عذر پر بری کر دیا کہ قانون میں داعیانِ مذاہب کے تحفظ ناموس کے لئے کوئی دفعہ موجود نہیں۔ ایسے وقت جب کہ قانون بے بس ہو اور کفر و استہزا کرنے والوں کے لئے کوئی ذریعہ باز پرس موجود نہ ہو اہل حق کا اضطراب والم ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔

حضرت امیر شریعت نے اسلامیان ہند کو ہر شہر اور قریئے میں یہ دعوت دی کہ یا تو سرور دو عالم ﷺ کو برا کہنے والی زبان نہ رہے یا اس توہین کو سننے والے کان نہ رہیں۔

تحفظ ناموس سید المرسلین کی دعوت اور زبان حضرت شاہ جی کی۔ آپ کو تقریروں کے معاً بعد گرفتار کیا گیا۔ ملک کے ہر گوشے میں شاہ جی کی آواز پہنچ گئی، ایک شخص خدا بخش نامی نے راجپال پر حملہ کیا، لیکن ناکام رہا اور اسے چودہ سال کی سزا ہو گئی، پھر ایک اور شخص عبدالعزیز نے مضطرب ہو کر حملہ کیا وہ بھی ناکام رہا۔

حضرت شاہ جی کی گرفتاری سے تحریک انتہائے عروج پر پہنچ گئی، انگریز کو اپنے آئین میں خامی کا اعتراف کرنا پڑا اور تعزیرات ہند میں تحفظ ناموس داعیان و اعیان مذاہب کی دفعہ بڑھانی پڑی، گویا حضور خاتم

النبیین ﷺ کی رحمتہ اللعالمینی کے صدقے میں دوسری قوموں اور فرقوں کے داعیوں کے ناموس کی حفاظت ہو گئی۔

حضرت شاہ جی کی تقریر سے متاثر افراد میں ایک شخص علم الدین بھی تھا، جس نے نشۂ عشق مصطفوی سے سرشار ہو کر راجپال پر ایک کاری وار کر کے اس کو کیفر کردار تک پہنچایا، غازی علم الدین شہید کے مقدمے میں بھی ایک بہت بڑا درس بصیرت ہے، وکلاء آئینی موشگافیاں کرتے تھے اور شاہ جی معراج عشق کی راہ دکھاتے تھے۔ شاہ جی کی رائے تھی کہ علم الدین اپنے مسلک کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے اعتراف قتل کرے اور سچ سچ کہے کہ:

"میں نے بسلامتی عقل و خرد اور بقائمی ہوش و حواس قتل کیا ہے، اگر مجھے اب رہا کردیا جائے اور کوئی شخص میرے آقا و مولا کی توہین کرے تو پھر اس طرح اسے قتل کردوں گا"

اس طرح ایک سچے مسلمان کی تصویر سامنے آجائے گی، لیکن انگریزی آئین کے شیدائیوں نے شاہ جی کی تائید نہ کی پھر بھی علم الدین شہید تختۂ دار تک نشۂ عشق نبوی میں سرشار اقرار و اظہار صداقت کرتا رہا۔

بنا کروند خوش رسمے بخاب و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طنیت را

حضرت شاہ جی کی مساعی اور غازی علم الدین کی قربانی نے آریوں کے منصوبے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن کردیئے اور تقسیم ملک تک پھر کسی ناپاک قلم و زبان کو ایسی جسارت نہ ہوئی۔

تحریکِ تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور امیرِ شریعت

تحریک تحفظِ ختم نبوت جو مرزائیت پر آخری ضرب کاری ہے جس کے بعد مرزائیت کھل کر مسلمانوں کے مقابلے پر نہ آسکی۔ شاہ جی کی غیر معمولی مساعی کی ایک جھلک ہے۔

ایک وقت تھا جب مرزائی اپنے خطرناک عزائم کی تشہیر کھلم کھلا کرتے اور ان پر قدغن لگانے کا کسی میں حوصلہ نہ تھا وہ ریاست کے اندر ریاست کے تصور اور پاکستان کو ایک مرزائی سٹیٹ بنانے کے خواب ہی

کیوں نہ دیکھ رہے ہوں، ان کی طرف انگلی اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی تحریک تحفظ ختم نبوت کے بعد اگرچہ بظاہر مرزائیوں پر اس وقت کی حکومت کی طرف سے کوئی پابندی عائد نہیں ہوئی مگر حالات نے انہیں مجبور کردیا کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد شمع رسالت کے پروانے اور عزت و ناموس رسالت کے دیوانے زیادہ عرصے تک انہیں من مانی نہیں کرنے دیں گے۔ چنانچہ مجبوراً انہیں پینترا بدلنا پڑا جس کا اندازہ آپ موجودہ خلیفہ کے متضاد بیانات سے لگائیے:۔

۱۔ مسلمانوں سے ہمارا اختلاف بنیادی ہے

حضرت مسیح (مرزا) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)، قرآن، نماز اور روزہ، حج، زکوۃ غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا ایک ایک چیز میں ان سے (مسلمانوں) سے اختلاف ہے"

(تقریر خلیفہ قادیان مرزا محمود، اخبار الفضل)
جلد ۱۹ نمبر ۱۳

اس کے برعکس وہ بیان جو خلیفہ صاحب نے تحقیقاتی عدالت میں دیا ملاحظہ فرمائیے۔

مسلمانوں سے ہمارا اختلاف بنیادی نہیں بلکہ فروعی ہے

سوال: کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلافات بنیادی ہیں؟

جواب: اگر لفظ بنیادی کا وہی مفہوم ہے جو ہمارے رسول کریم نے اس لفظ کا لیا ہے تب یہ اختلافات بنیادی نہیں ہیں بلکہ فروعی ہیں

سوال: اگر لفظ بنیادی عام معنوں میں لیا جائے پھر؟

جواب: عام معنوں میں اس کا مطلب "اہم" ہے لیکن اس مفہوم کے لحاظ سے بھی اختلافات بنیادی نہیں ہیں بلکہ فروعی ہیں۔

(تحقیقاتی عدالت میں مرزا محمود کا بیان ص ۱۶)

تمام مسلمان کافر ہیں

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"

(آئینہ صداقت ص ۳۵ مصنفہ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان)

اب وہ بیان جو مرزا محمود احمد نے تحقیقاتی عدالت میں دیا ملاحظہ فرمائیے

سوال: کیا آپ مرزا غلام احمد کو ان ناموروں میں شمار کرتے ہیں جن کا ماننا مسلمان کہلانے کے لئے ضروری ہے؟

جواب: میں اس سوال کا جواب پہلے دے چکا ہوں کوئی شخص جو مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں لاتا دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا

(ص ۲۸ تحقیقاتی عدالت میں بیان)

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ ہے تحریک تحفظ ختم نبوت کی فتح عظیم، یہ ہے شہدائے ختم نبوت کے خون بہا کی دنیا میں جزا، اور یہ ہے امیر شریعت کی ضرب کاری جس سے مرزائیت کا ایوان استبداد دھڑام سے زمین پر

آرہا۔

وہ ٹولہ جو مسلمانوں کے ایمان و عقائد کو بہ جبر و اکراہ تبدیل کرنے پر تُلا ہوا ہو اور جس کی تکفیر سے کوئی مسلمان محفوظ نہ رہا ہو وہ ان مسلمانوں کو جو مرزا کو نبی نہ مانتے ہوں اب دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے سے انکاری ہو۔ مرزائیت کی موت سے مترادف نہیں، مرزائیت اپنی موت آپ مر گئی اور شاہ جی اپنے مشن میں کامیاب ہوگئے، انہوں نے جہاں اپنے بدترین دشمن انگریز کو پسپا کیا وہاں اس کی خطرناک ذریت کو بھی اپنے ہاتھوں دفن کردیا گویا شاہ جی سیاسی و مذہبی دونوں لحاظ سے اپنی زندگی ہی میں کامیابی سے ہمکنار ہوگئے سیاسی لحاظ سے باشندگان ملک کو سفید فام آقاؤں کے سیاہ آئین سے چھٹکارا دلوایا۔ اسی طرح مذہبی لحاظ سے انگریز سے زیادہ خطرناک، مذہب و ملت کے سب سے بڑے دشمن مرزائی ٹولے کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

مسئلہ وراثت اور امیر شریعت

ایک وقت تھا کہ جائداد کا وارث کنبے میں باپ کا سب سے بڑا بیٹا ہوتا تھا، دوسری اولاد حق وراثت سے محروم رہ جاتی، اس کی وجہ یہ تھی کہ جائداد کے ٹکڑے ہونے اور ریاست کے بٹوارہ میں پیچیدگی کے باعث ایسے صریح مسئلہ سے انحراف برتا جاتا اور جائداد منقولہ و غیر منقولہ بڑے لڑکے کے نام منتقل کردی جاتی۔

غیر منقسم ہندوستان میں جلسوں اور کانفرنسوں میں وراثت کی شرعی تقسیم کے متعلق سب سے پہلے جس مرد مجاہد نے آواز اٹھائی وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایک عوامی خطیب اور بیباک مقرر تھا۔ مسلمان زمیندار اور رؤسا کے لئے یہ ایک اجنبی اور ساتھ ہی خطرناک آواز تھی۔ دولت و اقتدار کے نشے میں سرشار رئیسوں نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ قرآن کو غلاف میں لپیٹ کر گھروں میں رکھ دو ہمیں اس کی تعلیمات کی ضرورت نہیں۔

غریب جس کی حیات و موت کا دارومدار سرمایہ دار کے اشارۂ ابرو یا جنبشِ زبان میں ہوتا ہے اس کا ہمنوا تھا، اس مسموم اور زہریلی فضا میں

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین

کا قدیم سبق دہرایا ان کے ایمان و ایقان کی حد کو پہنچے ہوئے انحراف جو ان کی موت و حیات کا مسئلہ بن چکا تھا کے خلاف محاذ قائم کرنا اس کے اثرات و نتائج سے بے خبر اپنی دھن میں مگن رہنا۔ یہ صرف حضرت شاہ جی کی مسحور کن شخصیت کا غیر معمولی اثر تھا ورنہ بغیر دولت و اقتدار اور نامساعد و ناموافق حالات میں جب صرف ایک چیز کارونا نہ ہو بلکہ سیاست و مذہب معیشت و معاشرت، ثقافت و تعلیم ایک غیر ملکی قوم اولی الامر بن کر عہدہ قضا و عدالت پر متمکن ہو وراثت جیسے اہم مسئلے کی تبلیغ اور بیگانوں کے علاوہ یگانوں کا ہدف طعن و تشنیع بننا جان جوکھوں کا کام نہیں تو اور کیا ہے۔ غرضیکہ شاہ جی

وہ اپنی ذات میں اک انجمن ہیں

نے جہاں سیاسیات میں فرنگی اقتدار کو للکارا وہاں مذہبیات میں رسوم و رواج جو ہندوؤں کی مخلوط سوسائٹی کی وجہ سے مسلمانوں میں رواج پا چکی تھیں اور ناموس تک اثر انداز ہو چکی تھیں، اعلان بغاوت کیا۔ ثقافت فرنگی کے

خطرات سے اپنی قوم کو آگاہ کیا، معاشرت و بہبود کے اسرار و رموز سکھائے۔

آپ نے کتاب و سنت کی مقررہ حدود کے اندر کسی رکاوٹ اور چیلنج کو در خور اعتنا نہ سمجھا اور یہ نہ دیکھا کہ آپ کا محارب و مقابل کون ہے۔ وہ باطل کے مقابلے میں یکسر فرزانہ، حق کے میدان میں سربکف دیوانہ شاید اقبال کے اس شعر کی عملی تفسیر ہے۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

بالاخر وہ وقت آیا جب خدائے عزوجل نے شاہ جی کی کوہ پیمائی اور دشت نوردی کا صلہ یوں دیا کہ انڈین پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر کماری لجیاوتی نے اعلان کیا کہ ہمیں وراثت کا حصہ دلوایا جائے ورنہ ہم مسلمان ہوتی ہیں، سارا ایوان ششدر رہ گیا، کسی سے معقول جواب نہ بن پڑا تو پرنسپل چھبیل داس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ بعض اوقات لڑکا کراچی کا اور لڑکی کلکتے کی ہوتی ہے۔ اس صورت میں انتقال اراضی اور تقسیم وراثت میں حد درجہ تکلیف ہوتی ہے، لجواوتی نے جواب دیا کہ جگر کا ٹکڑا جدا کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی، زمین کا ٹکڑا انتقال کرنے میں مشکلات مانع ہیں، انڈین پریس تامل و تذبذب میں پڑ گیا کہ لجیاوتی کی زبان میں کون بول رہا ہے یہ آواز کچھ مانوس سی معلوم ہوتی ہے

باز گواز نجد اہم یاران نجد
تادر و دیوار را آری بہ وجد
کز برائے صحبتے حق سالہا
باز گور مزے ازاں خوشحا لہا

الغرض پاکستان بن گیا اور پرانے حاشیہ نشینان اسلام جو اپنی طرز فکر اور طرز بیان و استدلال میں بے نظیر و بے عدیل تھے کو یہ قانون بنانا پڑا کہ آئندہ پاکستان میں وراثت کی تقسیم شریعت کے مطابق ہو گی جن کا انڈین پارلیمنٹ میں یہ اعلان ہوتا تھا کہ ہم رواج کے پابند ہیں شریعت ہمیں منظور نہیں۔ جو قائد اور سرخیل حکومت پاکستان کے اس قانون کی تکمیل سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ کیونکہ اقتدار خود ان کا غلام تھا۔ آج مارشل لاء کے نفاذ کے بعد اور زرعی اصلاحات کے بعد جب زمین کو اپنے ہاتھ سے جاتے دیکھا تو وراثت کی حقدار ماں، بیٹی، اور بہن بھی یاد آ گئی۔ بفضلہ تعالیٰ شاہ جی نے اپنی حیات میں ہی اپنے مشن کی تکمیل دیکھ لی۔

فاالحمد للہ علی ذالک